AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title	Ahd e Sadiqui Main Jama e Quraan ka Muharik o Maqsad: Ishkalaat o Tozehaat
Author (s):	Dr. Usman Ahmad
Received on:	31 July, 2021
Accepted on:	17 August, 2021
Published on:	10 October, 2021
Citation:	English Names of Authors, “Ahd e Sadiqui Main Jama e Quraan ka Muharik o Maqsad: Ishkalaat o Tozehaat”, AL-ILM 5 no 2 (2021):1-21
Publisher:	Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

عہدِ صدیقی میں جمعِ قرآن کا محرک و مقصد۔ اشکالات و توضیحات

ڈاکٹر عثمان احمد*

Abstract

Abu Bakr (R.A.) is the successor and caliph of the Holy Prophet s.a.w. The purpose of his life was to complete the work started by the Prophet s.a.w. and to exalt the word of God. His position on the issue of the departure of troop of Osama made it clear that in his view the fulfillment and implementation of the commands of the Holy Prophet is the real religion. Therefore, when the proposal for the compilation of the Qur'an was put forward by Omar Farooq (RA), his thinking and rethinking was also due to the fact that whether this work is completion of the work of the Prophet (s.a.w.) or to go beyond him? Orientalists, some groups and individuals who have deviated from the path of moderation associated with the Muslim Ummah and modernists have expressed doubts on various aspects of the compilation of the Qur'an during the reign of Abu Bakr (R.A), to which the Islamic scholars have responded well. This article deals with the the questions raised by Dr. Mahmud Ramyar.

Key words: Compilation, Quran, Motives, Objectives, Objections.

تعارف:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین اور خلیفہ ٔبلا فصل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے آغاز کردہ کاموں کی تکمیل اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ لشکر اسامہ کی روانگی کے مسئلے پر ان کے موقف نے واضح کر دیا کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی تکمیل و تنفیذ اور توسیع ہی اصلِ دین ہے۔ اس موقع پر انہوں نے فرمایا

وَاللّٰہِ لَوْ لَعِبَتْ الْکِلَابُ بِخَلَاخِلِ نِسَاءِ الْمَدِینَةِ، مَا رَدَدْت جَیْشًا أَنْفَذَہُ رَسُولُ اللہِ- صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ [1]

اللہ کی قسم اگر بالفرض مدینہ کی عورتوں کی پازیبوں سے کتے بھی آکر کھیلنے لگیں، میں اس لشکر کو جسے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا، واپس نہیں کروں گا

چنانچہ جب جمعِ قرآن کی تجویز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کی گئی تو ان کا تامل اور سوچ و بچار بھی اسی کے باعث تھا کہ کیا یہ کام رسول اللہ ﷺ کے کاموں کی تکمیل و توسیع ہے یا اس پر اضافہ ہے؟ اولاً انہیں اسی چیز نے روکا کہ اللہ کا حکم ہے لَا تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ (اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مت بڑھو) تو یہ جمع قرآن کہیں رسول اللہ سے آگے بڑھنا تو نہیں لیکن پھر حضرت عمرؓ کے دلائل کے بعد اللہ نے انہیں شرحِ صدر عطا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی کتابت کروائی اور اس کو جمع کرنے کے سارے طرق کتابت، حفظ، تلاوت، تعمیل و تحکیم بما انزل اللہ اختیار فرمائے۔ اس لیے اس کی تدوین کا عمل رسول اللہ ﷺ کے کام کی ہی توسیع ہو گا۔

مستشرقین، امت مسلمہ سے منسلک راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے طبقات و افراد اور متجددین نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن پر مختلف پہلوؤں سے شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے جس کا جواب علمائے اسلام نے بخوبی دیا۔ ذیل میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جمعِ قرآن کے مقصد پر ڈاکٹر محمود رامیار کے سوالات و اشکالات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے گی۔

ڈاکٹر محمود رامیار[2] نے اپنی کتاب "تاریخ القرآن" میں "حضرت ابو بکرؓ کا مقصد" کے الفاظ سے عنوان باندھ کر جمعِ قرآن بعہد صدیقی پر کئی سوالات پیدا کئے ہیں اور پھر اس جمع کا ایک خاص مقصد وضع کر کے بیان کیا ہے۔ ان کے سوالات در اصل شکوک و شبہات کی قبیل سے ہیں اور جو مقصدِ جمع انہوں نے بیان کیا ہے وہ سیدنا ابو بکرؓ کی شان سے فروتر ہے۔

وہ اپنے اس عنوان کے تحت تمہید باندھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہاں تو جمعِ قرآن کے اس کام سے حضرت ابو بکرؓ کا مقصد کیا تھا؟ کس بات نے ان کو اس کام پر آمادہ کیا؟ کیا حقیقتاً یمامہ کے روز قاریوں کی شہادت کی پریشانی اس کام کو شروع کرنے کا اصلی سبب تھی؟ کیا واقعی ایسی ضرورت پیش آگئی تھی کہ حضرت عمرؓ یکایک اس کی بابت سوچیں اور حضرت ابو بکرؓ اس کا بیڑا اٹھالیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن پر بحثیں ہوئی ہیں"[3] اس کے بعد لکھتے ہیں

"ہم یہ تو جانتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگوں کے پاس متعدد مصاحف موجود تھے اور ان میں سے بعض مختلف شہروں میں مروج تھے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان سب کے پاس خود ان کے لیے مکمل مجموعہ کا مصحف کا کچھ حصہ موجود تھا۔ بہت سے لوگوں نے سارا قرآن یا اس کا کچھ حصہ حفظ کیا ہوا تھا۔ فرض کیا جائے کہ قرآن کے کچھ قاری ختم ہو گئے تھے تو بھی دوسرے لوگ موجود تھے جو ان کے جانشین بنتے۔ سارے قرآن کے متعدد نسخے بھی موجود تھے اور اگر کچھ قاری شہید ہو گئے تھے تو ان نسخوں سے دوسرے نسخے تیار ہو سکتے تھے اور نئے حافظ بھی تیار ہو سکتے تھے"[4]

درج بالا عبارات میں جو شکوک پیدا کیے گئے ہیں وہ مع توضیحات درج ذیل ہیں

شبہ اول: کیا جنگ یمامہ میں واقعی قاریوں کی اتنی بڑی تعداد شہید ہو گئی تھی کہ جو قرآنی متن کے ضائع ہو جانے کا ڈر پیدا ہو؟ ڈاکٹر رامیار "فرض کیا جائے کہ قرآن کے کچھ قاری ختم ہو گئے تھے" کہہ کر اس سے متعلق شبہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ کیا اتنے قرا شہید ہوئے کہ قرآن کے ضائع ہو جانے کا ڈر پیدا ہو؟ گویا نہ قرّا بڑی تعداد میں شہید ہوئے اور نہ جنگ یمامہ کا یہ نتیجہ عہد صدیقی میں جمعِ قرآن کا سبب بنا۔

توضیح:

۱۔ ان شک پیدا کرنے والوں سے پہلا سوال یہ ہے کہ ان نزدیک کتنے قرّا شہید ہوتے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ پیدا ہونا چاہیے تھا؟ چار سو پچاس صحابہ کے شہید[5] ہو جانے کے بعد اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اندیشے کا اظہار کرنا قبل از وقت ہے تو ان کے نزدیک وہ کونسی تعداد مقرر ہے کہ جو شہید ہو جاتی تو پھر اندیشے کا اظہار درست ہوتا؟ کسی عقلی دلیل سے ثابت کریں کہ اس اندیشے کے اظہار کے لیے شہدا کی یہ تعداد کم تھی؟

۲۔ "اندیشے" اور "یقین" میں فرق ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

وَإِنِّي أَخْشَى[6]

دوسری روایت کے الفاظ میں

فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَذْهَبَ[7]

کسی چیز کا خوف اور خطرہ محسوس ہونا اس چیز کے واقع ہو جانے کی علامت نہیں ہوتی بلکہ نہ واقع ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ حضرت عمر نے خطرے کا اظہار کیا تو اس کا یقینی مطلب ہے کہ ان کے نزدیک قرآن ضائع نہیں ہوا اور موجود و محفوظ ہے لیکن آئندہ اگر اسی طرح شہادتیں ہوتی رہیں تو صحابہ کی اکثریت رخصت ہو جائے گی اور قرآن کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو گا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں

إِنْ كَانَتْ وَقْعَةٌ أُخْرَى يَذْهَبُ الْقُرْآنُ[8]

ایک اور واقعہ ایسا ہو گیا تو قرآن رخصت ہو جائے گا

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں اس کثیر تعداد میں صحابہ کی شہادتوں کے باعث اندیشے کا اظہار فرمایا وہاں ان میں شہید ہونے والے صرف ایک فرد کا ذکر کر کے بھی اندیشے کا اظہار فرمایا کہ ان جیسے لوگ اگر شہید ہوتے گئے تو قرآن ضائع ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعِ قرآن کے داعیے کا پیدا ہونا محض شہدا صحابہ کی قلت و کثرت سے منسلک نہیں بلکہ شہید ہونے والے افراد کی قرآن کے ساتھ خاص نسبت کے باعث ہے۔ ان کی یہ نسبت ایسی ہے کہ اس کو نبوی تائید بھی حاصل تھی۔ چنانچہ روایت کے الفاظ ہیں

جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ بِأَهْلِ الْقُرْآنِ، وَقَدْ قُتِلَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ[9]

عمر بن الخطابؓ، جناب ابو بکرؓ کے پاس آئے۔ کہا: اہلِ قرآن کے قتل ہو جانے کی کثرت ہو چکی اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ بھی قتل ہو گئے۔

سالم مولیٰ ابی حذیفہ کی قرآنی نسبت کو نبوی تصدیق حاصل تھی۔

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَذُكِرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: إِنَّ ذَاكَ لَرَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ أَبَدًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "خُذُوا الْقُرْآنَ عَنْ أَرْبَعَةٍ، عَنِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ" فَبَدَأَ بِهِ، "وَعَنْ مُعَاذٍ، وَعَنْ سَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ[10]

مسروق سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں عبد اللہ بن عمرو کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: وہ ایسے آدمی ہیں کہ میں ہمیشہ ان سے محبت کرتا رہوں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: چار افراد سے قرآن سیکھو ابن ام عبد (عبد اللہ بن مسعود) ان کے نام سے آغاز فرمایا۔ معاذ، سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔۔۔۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا ہی تتبع و تمثیل تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر فرمایا تھا۔

اللهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ لَا تُعْبَدْ[11]

اگر یہ چھوٹا سا گروہ ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے ۳۱۳ افراد پر مشتمل گروہ کی ہلاکت پر مطلقاً دین اور عبادتِ رب کے ہی مٹ جانے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو محض قرّا صحابہ کے رخصت ہو جانے پر قرآن کے بڑے حصے کے ضائع ہو جانے کے خدشے کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے شہید ہو جانے پر یقین کے الفاظ اور صیغے کے ساتھ دین کے مٹ جانے کی بات کی اور سیدنا عمرؓ نے خدشے کے اسلوب میں بات کی۔ بلاشبہ سیدنا عمرؓ کا فرمان رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا ہی ذیل ہے۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا

وَأَنَا أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ قُرْآنٌ كَثِيرٌ[12]

مجھے ڈر ہے کہ قرا کو مختلف علاقوں (کی جنگوں) میں قتل کی شدت گھیر لے نتیجتاً قرآن کا کثیر حصہ ضائع ہو جائے

۴۔ اگر یہ اشکال و سوال ہے کہ صرف عمر رضی اللہ عنہ کو ہی یہ کیوں اندیشہ محسوس ہوا کسی اور صحابی کو کیوں نہیں

ہوا؟ تو یہ ایسا "کیوں" ہے کہ جس کو کوئی معترض جہاں چاہے پیدا کر دیا جائے؟ غزوۂ بدر کے موقع پر بدر کے اسیروں کو ان کے رشتہ داروں کے ہاتھ سے قتل کروا دینے کا خیال حضرت عمرؓ کو کیوں پیدا ہوا اور خود رسول اللہ ﷺ و حضرت ابو بکر کے دل میں یہ رائے کیوں پیدا نہیں ہوئی؟[13] واقعۂ افک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ مشورہ دینے کا خیال کیوں پیدا ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا کو طلاق دے دیں حضرت عمرؓ نے اس رائے بر خلاف حضرت عائشہ کی برأت کا موقف کیوں اپنایا؟[14] تو یہ کیوں کیوں ایک لامتناہی سلسلہ ہو گا۔

انسانی عقلوں، ذہنوں، مزاجوں اور حالات پر ان کی آرا کا دار و مدار ہوتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم چونکہ امت کے محدث تھے۔ وحیٔ الٰہی سے موافقت میں وہ سب سے بڑھ کر تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہی کے قلب میں اس خیال کو پیدا فرمایا۔

«قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ، فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ، فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ»[15]

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ پس اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوتا تو بے شک عمر بن الخطاب ان میں سے ہیں۔

مزید یہ کہ حضرت عمرؓ کا تعلق کتاب اللہ کس قدر بڑھا ہوا اور والہانہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے صحابہ سے کہا تھا۔

وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ[16]

تمہارے پاس قرآن ہے۔ ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے

اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی خاموشی سے اس کی تائید فرما کر حضرت عمرؓ کی کتاب اللہ کے ساتھ تعلق کی تصدیق بھی فرما دی تھی۔

۴۔ صحابہ سب کے سب قرّا تھے۔ قرآن کے ساتھ سبھی کو تعلق تھا اگرچہ اس میں اپنے اپنے مزاج و مقام کے اعتبار سے کمی بیشی تھی۔ لہٰذا جنگِ یمامہ میں جتنے صحابہ شہید ہوئے سب کے سب قرآن کے اکثر حصے کے حفاظ اور تلاوت کرنے والے تھے۔ لہذا قرا سے مراد صحابہ ہیں اور صحابہ سے مراد قرا ہیں۔ صحابہ ایک دوسرے کو قرآن کا نام لے لے کر تقویت دے رہے تھے۔ جیسا کہ منقول ہے

ثم صاح ثابت صيحة يستجلب بها المسلمين: يا أصحاب سورة البقرة[17]

پھر ثابتؓ نے چیخ کر پکارا ایسی پکار سے کہ مسلمان اس پر مجتمع ہونے لگے: اے اصحاب سورۃ البقرہ

شبہ دوم: صحابہ کرام کے صحیفے موجود تھے جو قرآن کی تحریری شکل تھی۔ یہ صحیفے ایک دو نہیں بلکہ بڑی تعداد میں

تھے اور مختلف علاقوں میں ان کو مصدر مانا جاتا تھا۔ قرآن صحیفوں اور سینوں میں محفوظ تھا۔ اس لیے قرآن کو ایک نئے صحیفے کی شکل میں لانے کی کوئی فوری ضرورت نہ تھی اور کوئی قرآنی آیات کے ضیاع کا خطرہ تھا۔

۱۔ اگر فوری ضرورت نہ تھی اور ضرورت پیدا ہونے سے قبل اقدام جمع قرآن کیا گیا تو یہ قابلِ اعتراض بات نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے۔ مستقبل میں پیدا ہونے والی ضرورت کا انتظام اگر وقت سے پہلے کر دیا جائے تو اس کو احسان کہا جاتا ہے نہ کہ غلطی اور بلاوجہ کی مشقت۔

۲۔ یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ صحابہ کرام کے ان ذاتی صحیفوں کی حیثیت ترتیب توقیفی کے مطابق مدون کیے گئے قرآنی نسخوں کی نہیں تھی جن میں منسوخات القرآن کو تحریر میں نہ لایا گیا ہو بلکہ یہ ذاتی یادداشتوں کے لیے لکھے گئے صحیفے تھے جن میں ترتیب توقیفی نہ تھی، مکمل قرآن نہ تھا، منسوخات القرآن کو نکالا نہ گیا تھا۔ مزید برآں صحابہ کرام اپنے اپنے مصاحف میں آیات کی تفسیرات بھی تحریر فرماتے تھے جو انہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن کا متن نہیں ہے۔ اس لیے ان صحیفوں کی ترتیب کا اختلاف اور ان کا نامکمل ہونا، ان میں منسوخات و تفسیرات کا درج ہونا اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ سرکاری سطح پر ایک نسخہ مدون کیا جائے تاکہ آئندہ جب کبھی قرآنی نسخوں کی تیاری کی ضرورت پیش آئے تو یہ نسخہ مصدر وماخذ بنے۔

صحابہ کے ان ذاتی صحیفوں میں ترتیب کا اختلاف تھا کیونکہ انہوں نے قرآن کی تدوین کی غرض سے یہ صحیفے نہیں لکھے تھے بلکہ شخصی ضرورت و سہولت کے مطابق مرتب کیے تھے۔ روایت کے مطابق مصحف ابی بن کعب میں پہلی سورۃ الفاتحہ اور دوسری البقرہ، مصحف عبد اللہ بن مسعود میں پہلی سورت البقرہ اور دوسری النساء[18] جب کہ مصحف علیؓ میں پہلی سورت اقرا تھی۔[19]

صحابہؓ کے یہ صحیفے مکمل و مدون قرآنی نسخے نہیں تھی بلکہ نامکمل قرانی بیاضوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ندیم نے الفہرست میں جو مصاحفِ صحابہ کی تفصیل درج کی ہے اس کے مطابق مصحفِ ابی بن کعب میں ۱۰۵ سورتیں درج تھیں، جب کہ مصحفِ عبد اللہ بن مسعود میں ۱۱۰ سورتیں تحریر تھیں حالانکہ یہ صحابہ کرامؓ مکمل قرآن جیسا کہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے، کی تلاوت کرنے والے اور اسے اسی طرح، کثرت سے، نمازوں میں قرأت کرنے والے تھے۔ مصحفِ عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں ابن ندیم لکھتے ہیں

فذلك مائة سورة وعشر سور[20]

صحابہ کے ان صحیفوں میں منسوخات القرآن بھی موجود تھیں۔ چنانچہ مصحفِ ابی بن کعب میں سورۃ الخلع اور سورۃ الحفد تحریر تھیں۔

وكان أُبي بن كعب يُلحقهما ويزيد إليهما سورتين، وهما الحَفدة والخَلع [21]

ابی بن کعب ان دونوں کے ساتھ (یعنی فلق اور ناس کے ساتھ) دو سورتوں کو ملحق کرتے اور ان کا اضافہ کرتے تھے وہ دونوں الحفدۃ اور الخلع تھیں

صحابہ کے ان صحف میں ان کی تفسیرات و توضیحات بھی درج تھیں جیسے

(وهي صلاة العصر) من قوله: (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) [22]

وہ نماز عصر تھی (یہ اضافہ تھا) اللہ کے فرمان (نمازوں کی حفاظت کرو اور وسطی نماز کی

اگر حضرت ابو بکر سرکاری نسخہ نہ تیار کرتے تو یہی صحیفے جن کو ڈاکٹر رامیار کافی اور جمعِ قرآن سے مستغنی کر دینے والے صحیفے قرار دے رہے ہیں کل اختلافاتِ کثیر کا باعث بن جاتے۔ جیسا کہ خود ڈاکٹر رامیار نے لکھا ہے

"ان کے (ابی بن کعبؓ کے) اور ابن مسعودؓ کے مصحف کے سلسلے میں کوفے اور بصرے کے لوگوں میں رقابت پیدا ہو گئی۔ ان دونوں مصاحف میں قرأت کے اختلافات تھے"[23]

مزید یہ کہ جن صحابہ کے یہ صحیفے تھے وہ سب جمعِ قرآن میں شریک ہوئے اگر ان کی رائے ہوتی کہ ہمارے ذاتی نسخوں کے بعد کسی نئے نسخے کی تدوین کی ضرورت نہیں تو وہ جمعِ قرآن بعہدِ صدیقی پر صاد نہ کرتے لیکن حضرت علیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ سب اس جمعِ قرآن میں شریک و مؤید تھے۔[24]

شبہ سوم: ڈاکٹر ارمیار لکھتے ہیں "مثال کے طور پر یہ کام کرنے کی بجائے سرکاری طور پر تعلیم قرآن کے مدرسے کیوں نہیں قائم کیے گئے اور قرآن کی زیادہ سے زیادہ ترویج کا اہتمام کیوں نہیں کیا گیا۔" گویا حفاظتِ قرآن کے لیے جس کام کو کرنا چاہیے تھا وہ نہیں کیا گیا اور اس کام کی طرف توجہ کی گئی جس کی حاجت نہیں تھی۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی تعلیم قرآن کے کوئی سرکاری مدرسے قائم نہیں کیے گئے۔ اللہ نے جس رسول ﷺ کے بارے فرمایا **يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ** اس رسول نے تعلیم کتاب کے لیے جو افراد تیار کیے وہ عہد رسول میں قران سکھاتے تھے اور عہد ابی بکر میں بھی۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عہد باہم متصل ہیں۔ ان میں کوئی فاصلہ نہیں کہ کہا جائے زمانی بُعد کے باعث اب تعلیمِ قرآن کے لیے سرکاری مدرسے قائم کرنے کی ضرورت پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۱ ہجری کے اواخر میں جنگ یمامہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چند ماہ کے دوران ہی یا چند ماہ بعد ہی یہ کہا جائے کہ حضرت ابو بکرؓ نے قرآنی تعلیم کے لیے سرکاری مدرسے قائم کیوں نہ کر دیے، لایعنی بات ہے۔

۲۔ تعلیمِ قرآن کا جو طریقہ، عہدِ نبوی ﷺ میں جاری تھا وہی عہدِ ابی بکرؓ میں جاری رہا۔ صحابہ قرآن کی تعلیم دیتے رہے اور تابعین نے سینکڑوں کی تعداد میں ان سے سیکھا۔ مدارس کا جدید نظام تو بہت بعد کی پیداوار

ہے۔ صحابہ کرام نے اگلی نسل کو نبوی طریق پر قرآن سکھایا اور سیکھنے والوں نے کمالِ حسنِ تجوید و ترتیل کے ساتھ سیکھا جس کی تفصیلات کتب میں موجود ہیں۔[25]

۳۔ علی سبیل التسلیم اگر سرکاری مدارس برائے تعلیمِ قرآن کا قیام ڈاکٹر محمود رامیار کے نزدیک ضروری تھا تو اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ بین اللوحین جمع قرآن غیر ضروری تھا؟ یعنی تعلیمِ قرآن جس متن کی دی جانی تھی اس متن کی حفاظت کے لیے تدوینِ قرآن ضروری نہ تھی البتہ حفاظتِ قرآن کے لیے مدارس بنانا ضروری تھا؟ اور بالفرض یہ مان لیا جائے کہ مدارسِ تعلیم قرآن بنانے سے حفاظتِ قرآن ہو جانے تھی اور تدوین کی ضرورت نہ رہتی تو تب بھی زیادہ سے زیادہ سے یہ کہا جائے گا ابو بکرؓ نے حفاظت کے ایک طریقے کو چھوڑ کر دوسرے کو ترجیح دی تو اس پر کیا اعتراض؟ مقصود تو حفاظتِ قرآن تھا جو اس طریق سے نہیں سہی دوسرے طریق سے ہو گیا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ تعلیمِ قرآن کی کثرت تھی، صحابہ و تابعین تعلیم قرآن کے عمل میں دن رات شریک تھی۔ قرآن کو ایک جگہ ترتیب توقیفی کے مطابق، منسوخات و تفسیرات کے حذف کے ساتھ مکمل طریقے پر مدون کرنے کی ضرورت تھی اور سیدنا ابو بکرؓ نے صحابہ کی اتفاقی رائے سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

شبہ چہارم: ڈاکٹر محمود رامیار لکھتے ہیں۔ "اگر وہ چاہتے تھے کہ قرآن کی حفاظت کی جائے کہ وہ نابود نہ ہو تو لازم تھا کہ کم از کم اس نسخے کی نقلیں ہاتھوں ہاتھ دی جاتیں کہ جس کی جمع آوری میں اتنی زیادہ محنت اور احتیاط کی گئی تھی۔ خدانخواستہ اگر یہ اصلی نسخہ آگ، زلزلہ یا کسی اور وجہ سے تلف ہو جاتا تو پھر باقی کیا رہ جاتا۔ کیونکہ دوسرے نسخوں کی حمایت ہی نہیں کی جا رہی تھی۔ اس نسخے میں کوئی ایسی خصوصیت تو نہیں تھی کہ خاص صندوق میں رکھا جائے اور وہ لوگوں کی دسترس سے باہر رہے۔ قرآن تو انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کی کتاب ہے جو پڑھنے اور عمل کرنے کے لیے ہے۔ اس کو تو لوگوں کے ہاتھوں اور ان کے دلوں میں ہونا چاہیے اور اسلامی مملکت کے آخری کونوں تک پہنچنا چاہیے تاکہ ہر مرد و عورت کے دل میں جگہ بنائے۔ یہ محض شگون اور برکت کے لیے نہیں تھا کہ اسے جمع کر کے رَبعہ (صندوق) میں بند کر کے ایک جگہ رکھ دیا جائے"

۱۔ یہ سوال کہ اگر حفاظت مقصود تھی تو اس قرآن کے نسخے کی نقلیں کیوں نہ گئیں اور لوگوں میں اس کی نقلیں پھیلائی کیوں نہ گئیں۔ اس کے جواب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن کی حفاظت محض اس تدوینِ نو پر دارومدار نہیں کر رہی تھی بلکہ یہ تدوینِ نو حفاظتِ قرآن کا ایک جز تھی۔ ورنہ ہزاروں صحابہ اور ہزاروں تابعین روزانہ فرض و نفل نمازوں میں ان کی تلاوت کرتے تھے، ترتیب توقیفی کے مطابق کرتے تھے، صحت ادا کے ساتھ کرتے تھے اور کثرت سے کرتے تھے۔

۲۔ تدوینِ قرآن قدم کا مستقبل کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے اٹھایا گیا نہ کہ اسی وقت قرآن تحریف و تبدیل یا ضیاع و نسیان کا شکار ہو گیا تھا اور کسی فوری و قوعے یا خطرے سے نمٹنے کے لیے یہ اقدام کیا گیا۔ اس لیے "نقلیں کیوں نہ بنائی گئیں" بالکل بے بنیاد اعتراض ہے۔ نہ نسخوں کی ضرورت تھی اور نہ کسی صحابی یا تابعی نے اس کی طلب کی اور نہ اس کے لیے یہ قدم اٹھایا گیا۔ یہ صرف اجماعی ایک نسخہ تیار کر کے قرآنی متن کو سرکاری طور پر محفوظ کر دینے کی سعی تھی۔

۳۔ یہ خدشہ " خدانخواستہ اگر یہ اصلی نسخہ آگ، زلزلہ یا کسی اور وجہ سے تلف ہو جاتا تو پھر باقی کیا رہ جاتا" نہ تو وقوع پذیر ہوا اور نہ ایسی کوئی بات ہوئی تو صدیوں بعد یہ کہنا کہ یوں ہو جاتا تو کیا ہو تا ماضی میں جا کر خدشہ پیدا کرنا ہے جو کہ بالکل خلافِ عقل بات ہے۔ نیز ایسا خدشہ تو نسخے بنا کر تقسیم کرنے کے عمل میں بھی موجود تھا کہ اگر اس کے بہت سے نسخے بنا کر مختلف افراد اور علاقوں میں بھیج دیے جاتے اور کسی نسخے یا چند نسخوں میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو جاتا (پانی گر جانے سے، کوئی اور حادثہ پیش آجانے سے) یا دین دشمن کوئی سازش کر کے تغیر کر دیتے تو یہ نسخے حفاظتِ قرآن کے حصار میں شگاف ڈالنے والے بن جاتے۔ بعد میں آنے والوں کے لیے سرکاری نسخوں کے اختلاف کو سمجھنا اور سنبھالنا ناممکن ہو تا۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے اصل اور واحد نسخہ جو "الام" کی حیثیت رکھتا تھا کو ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رکھا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہی ایک گھر میں یہ امانت محفوظ رہے۔

۴۔ "دوسرے نسخوں کی حمایت ہی نہیں کی جا رہی تھی" یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اور تاریخی اعتبار سے غلط ہے۔ سب صحابہ کے ذاتی صحیفے ان کے پاس رہے۔ ان کے شاگرد ان صحیفوں سے اپنے لیے ذاتی نقل بھی کرتے تھے۔ صحابہ سے ذاتی صحیفوں کو لے لینے کا عمل عہدِ عثمانی میں ہوا نہ کہ عہدِ صدیقی میں۔ عہدِ صدیقی میں نہ تو کوئی قراءات کا اختلاف واقع ہوا اور نہ قرآن کے رسم الخط اور طرزِ املا کے مسائل پیدا ہوئے۔

۵۔ "اس نسخے میں کوئی ایسی خصوصیت تو نہیں تھی کہ خاص صندوق میں رکھا جائے اور وہ لوگوں کی دسترس سے باہر رہے۔" یہ جملہ تضادات کا مجموعہ ہے۔ ایک طرف سے "نسخے میں کوئی خاص خصوصیت نہ ہونے "کا دعویٰ ہے تو دوسری طرف "لوگوں کی دسترس سے دور رکھنے" پر اعتراض۔ جب اس نسخے میں کچھ خاص نہ تھا تو لوگوں کی دسترس سے دور رہنے سے لوگوں کا کیا نقصان ہوا؟ اگر کچھ خاص تھا تو لوگوں کی عمومی دسترس سے دور رہنا ضروری تھا۔ جب سرکاری طور پر ایک نسخہ محفوظیتِ قرآن کو یقینی بنانے کے لیے تیار کیا گیا تھا تو اسی نسخے کو لوگوں کے ہاتھوں میں عمومی طور پر دیئے جانے کا مطلب اس میں پھر شک پیدا کرنا تھا کہ کہیں کسی سے کچھ تغیر نہ ہو گیا ہو، کسی سے کچھ مٹ نہ گیا ہو؟

۵۔" قرآن تو انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کی کتاب ہے جو پڑھنے اور عمل کرنے کے لیے ہے۔ اس کو تو لوگوں کے ہاتھوں اور ان کے دلوں میں ہونا چاہیے اور اسلامی مملکت کے آخری کونوں تک پہنچنا چاہیے تاکہ ہر مرد و عورت کے دل میں جگہ بنائے۔"

یہ سب درست ہے لیکن اس کا قرآن کے مدون شدہ نسخے کی مزید کاپیاں نہ بنانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صحابہ اور تابعین کا دور قرون اولیٰ کا زمانہ ہے۔ قرآن کتابت، حفظ، انفرادی و اجتماعی عمل اور حکومتی تنفیذ ہر لحاظ سے محفوظ تھا۔ لوگوں کے دلوں میں قرآن بسا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

بلکہ یہ روشن آیات ہیں جو اہلِ علم کے سینوں میں ہیں

لہذا یہ سمجھنا کہ قرآن کے اس مدون و مکمل نسخے کی نقول نہ بنانے کا مطلب قرآن کی اشاعت نہ کرنا ہے اور اسلامی مملکت میں ہر مرد و عورت تک قرآن کو نہ پہنچانا ہے، تو یہ محض سوءِ ظن ہے۔ قرون اولیٰ کے اس عہد میں قرآن پہلے سے ہی ہر مرد و عورت کا مرکزِ قلب و نگاہ تھا اور مسلسل رہا۔

شبہ پنجم: ڈاکٹر رامیار لکھتے ہیں "جیسا کہ بیان کیا گیا یمامہ کا واقعہ اس کا اصلی اور مکمل سبب نہیں ہو سکتا" پھر کچھ سطور بعد لکھتے ہیں۔ "چنانچہ حقیقی مقصد کچھ اور تھا" کچھ مزید سطور لکھنے کے بعد مقصد کو یوں بیان کرتے ہیں۔ "علاوہ ازیں خلافت کے لیے خطرہ نظر آتا تھا۔ اور معاشرے کے سرکردہ لوگ جو صحابہ کے عمدہ ترین طبقے سے تعلق رکھتے تھے وہ خلافت کے مقابلے خطرے کا ناقوس تھے۔ ان میں سب سے آگے علی بن ابی طالب تھے جو بلاشبہ پیغمبر کے قریبی رشتہ دار اور آپ کے پروردہ ہونے کے علاوہ بذاتِ خود مسلمانوں میں سربرآوردہ ترین شخصیت تھے خواہ وہ میدان جنگ و حرب ہو یا دانش و تقویٰ کی منزل۔ آپ ہر جگہ غالب نظر آتے اور تھے۔ چند ماہ پہلے کے کے واقعات خصوصاً غدیر خم اور رحلتِ رسول ﷺ کے لمحات ابھی لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت ان میں سے ہر ایک چیدہ فرد مسلح تھا اور اکیلا ہی مبارزت کے لیے کافی تھا۔ ان کے لیے مکمل قرآن کے نسخے کا حاصل ہونا ایک خاص رفعت اور منزلت کا باعث تھا مزید یہ کہ وہ آیاتِ قرآنی کو شانِ نزول اور ان کی تفسیر کے ساتھ حفظ کیے ہوئے تھے جب کہ خلیفہ ایک لفظ "اب" کی تفسیر میں کامیاب نہ ہو سکے تھے اور قرآن کا ایک نسخہ تک ان کے پاس نہ تھا۔ یہ باتیں تھیں جو حضرت عمرؓ کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھیں"

درج بالا سطور کا لبِ لباب یہ ہے کہ جامعِ قرآن بعہدِ صدیقی کا مقصد خلیفہ کے لیے ایک قرآنی نسخہ تیار کرنا تھا

کیونکہ ان کے مقابل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مکمل قرآنی نسخہ تھا۔ خلیفہ کے لیے خطرہ تھا کہ شرف و فضل یہ علامت میرے پاس موجود نہیں تو کہیں مد مقابل مجھ پر اس کی وجہ سے غلبہ نہ پالیں۔ حضرت ابو بکرؓ کا قرآنی علم، حضرت علیؓ کے مقابلے میں بہت کم تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس خطرے کو بھانپ کر حضرت ابو بکرؓ کا نسخہ تیار کیا۔

جمعِ قرآن کا جو مقصد وضع کیا گیا ہے یہ دراصل کئی مغالطوں اور مفروضوں سے ملا کر تخلیق کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کی تنقیح و توضیح کی جاتی ہے۔

ا۔ سیدنا ابو بکرؓ کی خلافت قائم ہو چکی تھی اوران کو تغلب بھی حاصل ہو چکا تھا۔ جنگ یمامہ جیسے عظیم معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کی افواج کا دادِ شجاعت دینا اور فتح پانا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے استحکام اور ان کی اطاعت میں صحابہ و تابعین کی کامل سپردگی کی دلیل و ثبوت ہے۔ اب جب کہ حضرت ابو بکرؓ کی اطاعت میں افواج پورے جزیرۃ العرب میں لشکر کشی کر رہی ہوں اور مسلسل فتوحات ہو رہی ہوں تو ان چند ایک مسلح افراد سے کیا خطرہ ہونا تھا؟

۲۔ سیدنا ابو بکرؓ کاتبین وحی میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر آپؓ نے قرآن لکھا۔ اس لیے یقیناً ان کا کوئی ذاتی نسخہ بھی ہو گا جو کہ روایات میں نقل نہیں ہوا۔ عدمِ نقل عدمِ وجود کی دلیل نہیں۔ قرائن یہی بتاتے ہیں کہ آپ نے قرآن کا کچھ حصہ ذاتی بیاض میں محفوظ کیا ہو گا۔

بالکل ابتدائے اسلام میں جب آپ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور بنو قارہ کے سردار ابن الدغنہ کے اصرار پر اس کی پناہ میں مکہ لوٹے تو آپ نے گھر کے صحن میں مسجد بنائی اور وہاں نماز ادا کرتے تھے اور تلاوتِ قرآن کرتے تھے

فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَذَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ[26]

انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی پھر وہاں نماز ادا کیا کرتے تھے اور قران پڑھا کرتے تھے۔ مشرکین کی عورتیں اور لڑکے ان کے گرد جمگھٹا لگا لیتے تھے اور وہ حیرت کا اظہار کرتے اور ان کو دیکھتے رہتے تھے۔ ابو بکر بہت بکا کرنے والے شخص تھے۔ جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو آنسو نہیں روک پاتے تھے۔

۳۔ عہدِ نبوی میں ذاتی مصاحف کی کثرت تھی۔ مسند احمد میں ہے

فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، كَيْفَ يُرْفَعُ الْعِلْمُ مِنَّا وَبَيْنَ أَظْهُرِنَا الْمَصَاحِفُ وَقَدْ تَعَلَّمْنَا مَا فِيهَا، وَعَلَّمْنَا نِسَاءَنَا وَذَرَارِيَّنَا وَخَدَمَنَا؟[27]

اس (اعرابی) نے نبی ﷺ پوچھا: اے اللہ کے نبی ہم سے علم کیسے اٹھا لیا جائے گا جب کہ مصاحف ہمارے پاس

موجود ہیں۔ ہم اس میں جو کچھ ہے سیکھتے ہیں، اور ہم اپنی عورتوں، بچوں اور خادموں کو سکھاتے ہیں۔
اس حدیث سے واضح ہے کہ عہد نبوی میں مصاحف کی کثرت تھی۔
اس لیے سیدنا علیؓ کے پاس ذاتی قرآنی مصحف کا ہونا ان کو خلافت کے استحقاق میں کوئی فائدہ نہیں دیتا تھا۔
عبد اللہ بن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، عبد اللہ بن عباس، ابی بن کعب، عبد اللہ بن زبیر، انس بن مالک، زید بن ثابت رضی اللہ عنھم اجمعین وغیر ھم سب کے پاس مصاحف تھے۔ اس لیے مصحف ہونے کے باعث صرف سیدنا علیؓ کو استحقاق خلافت میں فائدہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان سب صحابہ کو ہونا چاہیے۔

۴۔ روایات کے مطابق جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنے اس وقت ہی حضرت علیؓ نے قرآن جمع کرنا شروع کیا تھا اور چھ ماہ میں جمع کیا۔ اس لیے اس شرف میں تفضل و تقدیم کو اگر زمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ چار ماہ سے زیادہ نہیں۔ یہ تقدم ایسا نہیں کہ "حضرت عمرؓ کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجا رہی تھیں" کے دعوے کی تائید کرتا ہو۔ روایات کے مطابق

عن علي قال: لما قبض رسول الله ﷺ أقسمت أو حلفت أن لا أضع ردائي على ظهري حتى أجمع ما بين اللوحين، فما وضعت ردائي حتى جمعت القرآن[28].

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو میں قسم کھائی یا حلف اٹھایا کہ میں اپنی چادر اپنی کمر سے نہیں اتاروں گا جب تک کہ قرآن کو دو لوحوں کے درمیان جمع نہ کر لوں۔ میں نے پھر اپنی چادر اتار کر نہیں رکھی یہاں تک میں نے قرآن جمع کر لیا۔
اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ نے قرآن جمع کرنا شروع کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے تاخیر بیعتِ ابی بکر میں جو عذر پیش کیا وہ یہی تھا

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْسَمَ عَلِيٌّ أَنْ لَا يَرْتَدِيَ بِرِدَاءٍ إِلَّا لِجُمُعَةٍ حَتَّى يَجْمَعَ الْقُرْآنَ فِي مُصْحَفٍ فَفَعَلَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ أَيَّامٍ أَكَرِهْتَ إِمَارَتِي يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ: «لَا وَاللهِ إِلَّا أَنِّي أَقْسَمْتُ أَنْ لَا أَرْتَدِيَ بِرِدَاءٍ إِلَّا لِجُمُعَةٍ فَبَايَعَهُ ثُمَّ رَجَعَ»[29]

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے قسم کھائی کہ میں اپنی چادر کے ساتھ (گھر سے) واپس (باہر) نہیں لوٹوں گا سوائے جمعہ کے مگر جب تک کہ ایک مصحف میں قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے کچھ ایام کے بعد ان کے پاس پیغام بھیجا کہ اے ابو الحسن کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے۔ میں نے قسم کھائی تھی

کہ میں اپنے چادر کے ساتھ (گھر سے) واپس (باہر) نہیں لوٹوں گا سوائے جمعہ کے۔ پھر انہوں نے بیعت کی اور لوٹ گئے

تیسری روایت کے مطابق بیعت میں تاخیر چھ ماہ ہے یعنی خلافتِ ابی بکر کے قائم ہونے کے چھ ماہ بعد آپ نے بیعت کی

عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمْ يُبَايِعْ عَلِيٌّ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ.[30]

زہری سے روایت ہے وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضرت علیؓ نے، حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہیں فرمائی یہاں تک چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ابو بکرؓ ربیع الاول ۱۱ھ میں مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ چھ ماہ بعد کا مطلب شوال ۱۱ھ بنتا ہے۔ جب کہ جنگ یمامہ ربیع الاول ۱۲ھ میں ہوئی۔ گویا حضرت علیؓ کے جمع قرآن اور جنگ یمامہ میں چار ماہ بنتے ہیں۔ جنگ یمامہ کے بعد جمعِ قرآن کا آغاز ہو گیا۔ گویا چار ماہ کا تقدم ایسا ہے کہ حضرت ابو بکر و عمرؓ کو اس کے باعث حضرت علیؓ طرف سے خلافت کے چھین لیے جانے کا خوف تھا۔ یہ ایسا دعویٰ ہے جسے عقل و خرد قبول نہیں کر سکتے۔ چار ماہ میں تو شاید کسی کو خبر بھی نہ ہوئی ہو کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کیا ہے۔

(ہم نے ان روایات سے یہ استدلال اس لیے وضع کیا کہ ڈاکٹر رامیار کے طبقہ کے نزدیک حضرت علی کا وفاتِ نبوی کے بعد اول جمعِ قرآن کرنا یقینی ہے۔ ان کے نزدیک بیعت میں تاخیر بھی یقینی ہے۔ ہمارے نزدیک ان روایات کی اسنادی حیثیت کیا ہے ؟، معنویت و توجیہات کیا ہیں؟۔ دیگر روایاتِ صحیحہ سے تناقض کیا ہے ؟ تاخیرِ بیعت کی حقیقت کیا ہے ؟ سب علیحدہ موضوعِ تحقیق ہے)

۵۔ اگر بالفرض سیدنا علیؓ کے اعتبار سے یہ جمع قرآن استحقاقِ خلافت میں مفید تھا تو آپ سے کوئی قول منقول ہوتا کہ آپ اپنا یہ امتیازی شرف بتاتے اور اس کے ذریعے خود کو خلافت کا زیادہ مستحق کہتے لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا تھا۔

۶۔ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا۔ میں لفظ اب کا معنی حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ حضرت عمرؓ کو اگر کسی قرآنی لفظ کے معنی کے بارے بالقین معلوم نہیں کہ اس کے کیا معنی ہیں اس سے حضرت ابو بکر کی خلافت کو کیا خطرہ لاحق ہو سکتا تھا؟ اور نیز روایات میں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں پوچھا کہ أَبًّا کے کیا معنی ہیں ؟ ان کے اپنے عہدِ خلافت کے نہ آغاز میں، نہ وسط میں اور نہ انتہا میں انہیں کسی کی طرف سے خلافت کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا اور نہ اس لفظ کے معنی کا نہ جاننا کسی دوسرے فرد کے لیے استحقاقِ خلافت میں فوقیت کا

ثبوت بنا۔ اس لیے یہ محض غیر عادلانہ ذہنی ورزش ہے کہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ کو قرآنی علم میں کمی کے باعث اہلِ بیت سے کوئی خطرہ تھا۔

نیز روایت کے الفاظ سے واضح ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سوال صحابہ کو تربیت دینے کے لیے کہا۔ روایت کے الفاظ ہیں

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رِضَى اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ: {وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا} [عبس: 29] كُلُّ هَذَا قَدْ عَلِمْنَاهُ، فَمَا الْأَبُّ؟ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَعَمْرُكَ إِنَّ هَذَا لَهُوَ التَّكَلُّفُ، وَاتَّبِعُوا مَا يَتَبَيَّنُ لَكُمْ فِي هَذَا الْكِتَابِ. قَالَ عُمَرُ: وَمَا يَتَبَيَّنُ فَعَلَيْكُمْ بِهِ، وَمَا لَا فَدَعُوهُ[31]

شہاب سے مروی ہے کہ انس بن مالکؓ نے انہیں بیان کیا۔ انہوں نے عمر بن خطابؓ کو کہتے سنا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: {وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا} یہ سب تو ہم نے جان لیے تو یہ **الْأَبُّ** کیا ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے کہا: تیری زندگی کی قسم یہ محض تکلف ہے۔ اس کی پیروی کرو اس کتاب میں جو تم پر واضح ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا جو واضح ہو اس تمارے لیے عمل لازم ہے جو واضح نہ ہو اسے چھوڑ دو

حضرت عمرؓ کے اس سوال کی چار وجوہات ہو سکتی ہیں

پہلی: وہ لفظ **ابًّا** کے معنی معلوم کرنا چاہتے تھے اس لیے سوال کیا؟ اگر یہ وجہ ہوتی تو صحابہ کے جواب کا انتظار کرتے اور معنی کے جاننے کے لیے بحث و تمحیص کرتے جب کہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ سوال طلبِ معنی کے لیے نہیں تھا۔

دوسری: وہ یہ سوال کر کے قرآن کی معنوی عظمت و وسعت بیان کرنا چاہتے تھے اور یہ بتانا چاہتے کہ قرآنی معانی کا احاطہ ممکن نہیں۔ یہ مستحسن نیت و ارادہ ہے لیکن روایت کے الفاظ اس وجہ کی تائید نہیں کرتے۔

تیسری: وہ یہ سوال اپنے عدم علم اور قرآن سے ناواقفیت کے اظہار کے لیے کر رہے تھے تا کہ دوستوں اور دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں قرآن کے اس لفظ کے معنی نہیں معلوم۔ اس لیے وہ ان پر زبانِ طعن دراز کرنا چاہیں تو اس لفظ کے نہ جاننے کو دلیل بنائیں۔ اس طرح کی سفاہت کسی ادنیٰ فہم والے سے ممکن نہیں کجا وہ فرد کہ جس موافقت وحیٔ الٰہی بار بار کر چکی ہو وہ ایسا کرے۔

چوتھی: یہی وجہ ہے جس کے بارے میں روایت کے الفاظ میں اشارہ موجود ہے۔ اگر حضرت عمرؓ عدمِ علم کے باعث کہہ رہے ہوتے تو معنی معلوم کرتے نہ کہ خود سوال کر کے خود ہی یہ کہتے إِنَّ هَذَا لَهُوَ التَّكَلُّفُ، وَاتَّبِعُوا مَا

يَتَبَيَّنُ لَكُمْ فِي هَذَا الْكِتَابِ. اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا سوال سے مقصد یہ تربیتی نکتہ واضح کرنا تھا کہ قرآن میں کھود کرید اور بلاضرورتِ عمل قرآن میں بحث درست نہیں اس سے احتراز کیا جائے۔

درج بالا سطور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہدِ ابی بکرؓ میں جمع و تدوین قرآن کا کارنامہ حفاظتِ قرآن کے سلسلے میں ایک انتہائی عظیم الشان قدم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کے قرآنی وعدے کے ظہور کے لیے حضرت ابو بکر و عمرؓ کو منتخب فرمایا اور باقی سب صحابہ ان کے دست و بازو بنے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جمعِ قرآن کے عظیم فریضے کی ادائیگی میں سیدنا ابو بکرؓ کا ساتھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں تیار کیا جانے والا قرآن کا سرکاری نسخہ صحابہؓ کرام کا اجماعی نسخہ تھا۔ اسی کے مطابق قرآن نقل و املا ہو کر امت کو ملا۔

حوالہ جات(References)

[1] السہیلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد، ابو القاسم (المتوفی:۵۸۱ھ)، **الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ**، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۲ھ، ج۷۔ ص ۵۸۳

Al-Suhaylī, ʻAbd al-Reḥmān bin ʻAbd Allāh bin Aḥmad, Abū al-Qāsim (D:581AH), *Al-Rawd al-Unuf fī Sharḥ Sīrah al-Nabawiyyah*, Dār Iḥyā' al-Turāth al- ʻArabī, Bayrūt, 1412AH, 7:583

[2] ایران کے شہر مشہد میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی محمد حسین اور والدہ کا نام بتول ہے۔ پہلے آپ کا نام رشتی زادہ تھا بعد میں موجودہ نام اختیار کیا۔ اگست ۱۹۶۴ء میں ایڈنبر اسکاٹ لینڈ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ تہران یونیورسٹی اور مشہد یونیورسٹی میں تدریس کرتے رہے۔ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔

[3] رامیار، محمود، ڈاکٹر، **تاریخ القرآن**، مترجم: سید انوار احمد بلگرامی، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ۱۴۲۱ھ، ص ۲۹۱

Rāmyār,Meḥmūd, Dr., *Tārīkh al-Qur'ān,* Trans: Sayyid Anwār Aḥmad Balgarāmī, Misbāḥ al-Qur'ān Trust, Lahore, 1421AH, 291

[4] ایضاً IBID

[5] یافعی کہتے ہیں۔ **وفتحت الیمامۃ صلحاً علی ید خالد بعد أن استشھد من الصحابۃ نحو من أربع مائۃ وخمسین، وقیل ست مائۃ**، یمامہ صلح کے ذریعے حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ پر فتح ہوا بعد اس کے کہ تقریبا ساڑھے چار سو صحابہ شہید ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ چھ سو شہید ہوئے۔ (الیافعی، عبد اللہ بن اسعد بن علی، ابو محمد عفیف الدین (المتوفی:۷۶۸ھ)، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، محشی: خلیل المنصور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء، ص ۵۵)

Al-Yāfaʻī,ʻAbd Allāh bin Asʻad bin ʻAlī, Abū Muḥammad ʻAfīf al-Dīn (D:768AH), *Mira't al-Janān wa ʻIbrah al-Yaqẓān fī maʻrifah ma yaʻtabir min Ḥawādith al-Zamān*, Commentator: Khalīl al-Manṣūr, Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, Bayrūt, Edition 1st, 1417AH/ 1997AD, 55

ابن خلدون لکھتے ہیں۔ **وقد قتل من الأنصار ماینیف علی الثلاثمائۃ وستین، ومن المھاجرین مثلھا ومن التابعین لھم مثلھا أو یزیدون، وقد فشت الجراحات فیمن بقي**۔ انصار کے ۳۰۶ کے قریب افراد، مہاجرین کے بھی اتنے ہی لوگ اور تابعین کے بھی اتنے ہی اشخاص یا زیادہ شہید ہوئے۔ باقی سب کو زخموں کی تکلیف اٹھانا پڑی (ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، ابو زید، ولی الدین الحضرمی الاشبیلی (المتوفی:۸۰۸ھ)، دیوان المبتدا والخبر في تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوي الشأن الأکبر، تحقیق: خلیل شحادۃ، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء، ج ۲، ص ۵۰۳)

Ibn Khallidūn, ʻAbd al-Reḥmān bin Muḥammad, Abū Zaid, Walī al-Dīn, Al-Ḥadramī, al-Ishbaylī (D:808AH), Dīwān al-Mubtadā' wa al-Khabar fī Tārīkh al-ʻArab wa al-

Barbar wa man ʻĀṣarahum min Dhawī al-Shān al-Akbar, Eidted: Khalīl Shaḥādah, Dār al-Fikr, Bayrūt, Edition 2nd, 1408AH/ 1988AD, 2:503

6 البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، الجعفی، **الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ = صحیح البخاري**، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، طبع اول، ۱۴۲۲ھ، ج۶، ص۷۱، رقم حدیث:۴۶۷۹، بَابُ قَوْلِهِ: {لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ، حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ} كِتَابُ تَفْسِيرِ القُرْآنِ

Al-Bukhārī,Muḥammad bin Ismāʻīl, Abū ʻAbd Allāh, al-Juʻfī, *Al-Jāmiʻ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min umūr Rasūl Allāh s.a.w. wa Sunanih wa Ayyāmih* (Ṣaḥīḥ al-Bukhārī), Edited: Muḥammad Zuhayr bin Nāṣir al-Nāṣir, Edition 1st, Dār Ṭawq al-Nijāt, 422AH, 6:71, Ḥadīth number: 4679

7 ابن حنبل، أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد اللہ، الشیبانی (المتوفی:۲۴۱ھ)، **فضائل الصحابة**، تحقیق: د. وصي اللہ محمد عباس، مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اول، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء، ج۱، ص۳۹۰، رقم حدیث:۵۹۱

Ibn Ḥanbal, Aḥmad bin Muḥammad bin Ḥanbal, Abū ʻAbd Allāh, al-Shaybānī (D:241AH), *Fadā'il al-Ṣaḥābah*, Edited: Dr. Waṣī Allāh Muḥammad ʻAbbās, Mu'assisah al-Risālah, Bayrūt, Edition 1st, 1403AH/ 1983AD, 1: 390, Ḥadith number: 591

8 الطبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، الشامی (المتوفی: ۳۶۰ھ)، **المعجم الکبیر**، تحقیق: حمدی بن عبد المجید السلفی، مکتبة ابن تیمیہ، القاھرۃ، طبع دوم، ج۵، ص۱۳۰، رقم حدیث:۴۸۴۳

Al-Ṭabarānī, Sulaymān bin Aḥmad, Abū al-Qāsim, al-Shāmī (D:360AH), *Al-Moʻjam al-Kabīr,* Edited: Ḥamdī bin ʻAbd al-Majīd al-Salfī, Maktbah Ibn Taymiyah, al-Qāhirah, Edition 2nd, 5: 130, Ḥadīth number: 4843

9 **فضائل الصحابة**، ج۱، ص۳۹۰، رقم حدیث:۵۹۱

Fadā'il al-Ṣaḥābah, 1:390, Ḥadīth number: 591

10 ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، ابو عبد اللہ، الشیبانی (المتوفی:۲۴۱ھ)، **مسند احمد بن حنبل**، تحقیق: شعیب الارنؤوط، عادل مرشد، وآخرون، اشراف: د عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء، ج۱۱، ص۷۶، رقم حدیث: ۶۵۲۳

Ibn Ḥanbal, Aḥmad bin Muḥammad bin Ḥanbal, Abū ʻAbd Allāh, al-Shaybānī (D:241AH), *Musnad Aḥmad bin Ḥanbal*, Edited: Shoʻayb al-Arna'ūṭ, ʻĀdil Murshid and

others, Ishrāf: Dr. ʿAbd Allāh Muḥsin al-Turkī, Mu'assisah al-Risālah, Bayrūt, Edition 1st, 1421AH/2001AD, 11:76, Ḥadīth number: 6523

11 البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، الخُسْرَوْجِردي الخراساني، ابو بکر (المتوفی: ۴۵۸ھ)، **دلائل النبوة ومعرفة احوال صاحب الشريعة**، دار الكتب العلمية، بیروت، طبع اول، ۱۴۰۵ھ، ج۳، ص ۵۰

Al-Bayhqī, Aḥmad bin Ḥussain bin ʿAlī, al-Khusrawjirdī, al-Khurāsānī, Abū Bakr (D:458AH), *Dalā'il al-Nubuwwah wa Maʿrifah Aḥwāl Sāḥib al-Sharīʿah*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, Edition 1st, 1405AH, 3:50

12 **مسند احمد بن حنبل**، ج۱، ص۲۳۸، حدیث نمبر ۷۶

Musnad Aḥmad bin Ḥanbal, 1:238, Ḥadīth number: 76

13 ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد، ابو بکر، العبسي (المتوفی: ۲۳۵ھ)، **المصنف في الأحاديث والآثار**، تحقیق: کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشد، الریاض، طبع اول، ۱۴۰۹ھ، ج۷، ص۳۵۷، رقم حدیث: ۳۶۶۸۴، کِتَابُ الْمَغَازِي، باب: غَزْوَةُ بَدْرٍ الْكُبْرَى وَمَتَى كَانَتْ وَأَمْرُهَا

Ibn Abī Shaybah, ʿAbd Allāh bin Muḥammad, Abū Bakr (D: 235AH), *al-Muṣannaf fī al-Aḥādīth wa al-Āthār*, Eidted: Kamāl Yousuf al-Ḥūt, Maktabah al-Rushd, al-Riyād, Edition 1st, 1409AH, 7:357, Ḥadīth number: 36684, Kitāb al-Maghāzī

14 **فقال له عمر رضي الله عنه: من زوّجهالك يارسول الله؟ قال: الله تعالى، قال: أفتظن أن الله دلس عليك فيها؟ سُبْحَانَكَ هذا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔۔۔۔ وأما علي بن أبي طالب كرم الله وجهه فقال: يارسول الله لم يضيق الله عليك والنساء سواها كثير، وإنك لتقدر أن تستخلف» وفي لفظ «قد أحل الله لك فطلقها وانكح غيرها،**

(الحلبی، علي بن ابراهيم، ابو الفرج، نور الدين بن برهان الدين (المتوفی: ۱۰۴۴ھ)، **انسان العيون في سيرة الامين المامون** (السيرة الحلبية)، دار الكتب العلمية، بیروت، طبع دوم، ۱۴۲۷ھ، ج۲، ص ۴۰۲)

Al-Ḥalabī, ʿAlī bin Ibrāhīm, Abū al-Faraj, Nūr al-Dīn bin Burhān al-Dīn, *Insān al-ʿUyūn fī Sīrah al-Amīn al-Ma'mūn (Al-Sīrah al-Ḥalabiyyah),* Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, Edition 2nd, 1427AH, 2:402

15 مسلم بن الحجاج، ابو الحسن، القشيري، النيسابوري (المتوفی: ۲۶۱ھ)، **المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم (صحيح مسلم)**، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بیروت، ج۴، ص ۱۸۶۴، رقم حدیث ۲۳۹۸، باب مِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

Muslim bin al-Ḥajjāj, Abū al-Ḥasan, al-Qushayrī, al-Nīsābūrī (D: 261AH), *al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar binaql al-ʿAdl ʿan al-ʿAdl ilā Rasūl Allāh* (Sahih

Muslim), Edited: Muḥammad Fuwād ʻAbd al-Bāqi, Dār Iḥyā' al-Turāth al- ʻArabī, Bayrūt, 4:864, Ḥadīth number: 2398, Bāb: Min Fadā'il ʻOmar

[16] **صحیح البخاری**، ج٦، ص٩، حدیث نمبر ۴۴۳۲، بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ

Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, 6:9, Ḥadīth number: 4432, Bāb: Marad al-Nabiyy s.a.w wa wafātih

[17] الکلاعی، سلیمان بن موسی، الحمیری، ابو الربیع (المتوفی: ۶۳۴ھ)، **الاکتفاء بما تضمنہ من مغازي رسول اللہ- صلی اللہ علیہ وسلم- والثلاثۃ الخلفاء**، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۰ھ، ج۲، ص۱۲۶

Al-Kalāʻī, Sulaymān bin Mūsā, al-Ḥimīrī, Abū al-Rabīʻ (D: 634AH), *Al-Iktifā' bimā Tadammanah min Maghāzī Rasūl Allāh, wa al-Thalāthah al-Khulafā'*, Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, Bayrūt, Edition 1st, 1420AH, 2:126

[18] السیوطی، عبد الرحمن بن ابي بکر، جلال الدین (المتوفی: ۹۱۱ھ)، **الإتقان في علوم القرآن**، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراھیم، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء، ج۱، ص۲۲۳، ۲۲۴

Al-Suyūṭī, ʻAbd Reḥmān bin Abū Bakr, Jalāl al-Dīn (D: 911AH), *Al-Ittiqān fī ʻUlūm al-Qur'ān,* Edited: Muḥammad Abū al-Fadl Ibrāhīm, al-Hay'ah al-Miṣriyyah al-ʻĀmmah, Miṣr, 1394AH/1974AD, 1:223, 224

[19] الزرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ (المتوفی: ۷۹۴ھ)، **البرھان في علوم القرآن**، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراھیم، طبع اول، ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ء، دار إحیاء الکتب العربیۃ، ج۱، ص۲۵۹

Al-Zarkashī, Badr al-Dīn, Muḥammad bin ʻAbd Allāh, Abū ʻAbd Allāh (D:794AH), *Al-Burhān fī ʻUlūm al-Qur'ān,* Edited: Muḥammad Abū al-Fadl Ibrāhīm, Dār Iḥyā' al-Kutub al-ʻArabiyyah, 1:259

[20] ابن ندیم، محمد بن إسحاق، ابو الفرج، الوراق، البغدادی المعتزلی الشیعی (المتوفی: ۴۳۸ھ)، **الفہرست**، تحقیق: إبراھیم رمضان، دار المعرفۃ بیروت، طبع دوم، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء، ص۴۴

Ibn Nadīm, Muḥammad bin Isḥāq, Abū al-Faraj, al-Warrāq, al-Baghdādī, al-Mo'tazalī, al-Shī'iyy (D:438AD), *Al-Fehrist*, Edited: Ibrāhīm Ramadān, Dār al-Ma'rifah, Edition 2nd, 1417AH/1997AD, 44

[21] ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، جمال الدین، ابو الفرج (المتوفی: ۵۹۷ھ)، **فنون الأفنان في عیون علوم القرآن**، دار البشائر، بیروت، طبع اول، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء، ص۲۳۵

Ibn al-Jawzī, ʻAbd al-Reḥmān bin ʻAlī, Abū al-Faraj, Jamāl al-Dīn (D:597AH), *Funūn al-Afnān fī ʻUyūn ʻUlūm al-Qur'ān, Dār al-Bashā'ir,* Bayrūt, Edition 1st, 1408AH/1987AD, 235

[22] الباقلانی، ابو بکر، محمد بن الطیب، القاضی المالکی (المتوفی: ۴۰۳ھ)، **الانتصار للقرآن**، تحقیق: د. محمد عصام القضاۃ، دار الفتح، عمان / دار ابن حزم، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء، ج ۱، ص ۱۱۵

Al-Bāqalānī, Abū Bakr, Muḥammad bin al-Ṭayyib, al-Qādī, al-Mālikī (D: 403AH), *Al-Intiṣār li al-Qur'ān,* Edited: Dr. Muḥammad Iṣām al-Qudāt, Dār al-Fatḥ, 'Omān/Dār Ibn Ḥazm, Bayrūt, Edition 1st, 1422AH/2001AD, 1:115

[23] **تاریخ القرآن**، ۳۳۴ *Tārīkh al-Qur'ān*,334

[24] حضرت علیؓ نے فرمایا: **عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: «رَحِمَ اللّٰہُ أَبَا بَكْرٍ هُوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ»** (ابن ابی داؤد، عبد اللہ بن سلیمان، ابو بکر، الازدی السجستانی (المتوفی: ۳۱۶ھ)، **کتاب المصاحف**، تحقیق: محمد بن عبدہ، الفاروق الحدیثۃ، القاھرۃ، طبع اول، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء، ص ۴۸)

Ibn Abī Dāwūd, 'Abd Allāh bin Sulaymān, Abū Bakr, al-Azdī, al-Sajistānī (D: 316AH), *Kitāb al-Maṣāḥif,* Edited: Muḥammad bin 'Abduhū, al-Fārūq al-Ḥadīthah al-Qāhirah, Edition 1st, 1423AH/2002AD, 48

[25] الواسطیؒ، عبد اللہ بن عبد المؤمن بن الوجیہ، تاج الدین، ابو محمد (المتوفی: ۷۴۱ھ)، **الکنز فی القراءات العشر**، تحقیق: د. خالد المشھدانی، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، القاھرۃ، طبع اول، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء؛

Al-Wāsiṭiyy, 'Abd Allāh bin 'Abd al-Mu'min bin al-Wajīh, Tāj al-Dīn, Abū Muḥammad (D: 741AH), *Al-Kanz fī Qira't al-'Ashr,* Edited: Dr. Khālid al-Mashhadānī, Maktabah al-Thaqāfah al-Dīniyyah, al-Qāhirah, Edition 1st, 1425AH/2004AD,

النُّوَيْري، محمد بن محمد بن محمد، أبو القاسم، محب الدین (المتوفی: ۸۵۷ھ)، **شرح طیبۃ النشر في القراءات العشر**، تقدیم و تحقیق: الدکتور مجدي محمد سرور سعد باسلوم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت طبع اول، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء، ص ۱۶۸ تا ۱۷۵؛

Al-Nuwayrī, Muḥammad bin Muḥammad bin Muḥammad, Abū al-Qāsim, Muḥibb al-Dīn (D: 857AD), *Sharḥ Ṭībah al-Nashr fī al-Qirā'āt al-'Ashr,* Edited: Dr. Majdī Muḥammad Sarwar Sa'd Baslūm, Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, Bayrūt, Edition 1st,1424AH/2003AD, 168-175

[26] **دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ**، ج ۲، ص ۴۷۲

Dalā'il al-Nubuwwah wa Ma'rifah Aḥwāl Sāḥib al-Sharī'ah, 2:472

[27] **مسند احمد بن حنبل**، ج ۳۶، ص ۶۲۲، رقم حدیث: ۲۲۲۹۰، کتاب: تتمۃ مسند الأنصار، باب: حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ الصُّدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ بْنِ عَمْرٍو وَيُقَالُ: ابْنُ وَهْبٍ الْبَاهِلِيِّ

Musnad Aḥmad bin Ḥanbal,36:622, Ḥadīth number: 22290, Kitāb: Tatimmah Musnad al-Anṣār, Bāb: Ḥadīth Abī Umāmah al-Bāhilī

[28] الاصفہانی، ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ)، **حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء**، السعادۃ، بجوار محافظۃ مصر، ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء، ج۱، ص ۶۷

Al-Aṣfahānī, Abū Naʿīm, Aḥmad bin ʿAbd Allāh (D: 430AH), *Ḥilyah al-Awliyā ʾ wa Ṭabaqāt al-Aṣfiyā ʾ, Al-Saʿādah bijawār Muḥāfaẓah Miṣr*, 1394AH/1974AD, 1:67

[29] الذھبی، محمد بن احمد بن عثمان، ابو عبد اللہ، شمس الدین (المتوفی: ۷۴۸ھ)، **تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام**، تحقیق: عمر عبد السلام التدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع دوم، ۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء، ج۳، ص ۶۳۷

Al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad bin ʿOsmān, Abū ʿAbd Allāh, Shams al-Dīn, (D: 748AH), *Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr wa al-Aʿlām*, Edited: ʿOmar ʿAbd Allāh al-Tadmorī, Dār al-Kitāb al-Arabī, Bayrūt, Edition 2nd, 1413AH/1993AD, 3:637

[30] البلاذری، أحمد بن یحیی (المتوفی: ۲۷۹ھ)، **جمل من أنساب الأشراف**، تحقیق: سھیل زکار و ریاض الزرکلي، دار الفکر، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء، ج۱، ص ۵۸۶

Al-Bulādhurī, Aḥmad bin Yaḥyā (D: 279AH), *Jumal min Ansāb al-Ashrāf*, Edited: Sohail Zakkār wa Riyād al-Zirkalī, Dār al-Fikr, Bayrūt, Edition 1st, 1417AH/1996AD, 586

[31] الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (المتوفی: ۳۱۰ھ)، **جامع البیان عن تأویل آي القرآن (تفسیر الطبری)**، تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکي، دار ھجر، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء، ج۲۴، ص ۱۲۳

Al-Ṭabarī, Muḥammad bin Jarīr,Abu Jaʿfar (D:310AH), *Jamiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān (Tafsīr al-Tabarī)*, Eidted: Dr. ʿAbd Allāh bin ʿAbd al-Moḥsin al-Turkī, Dār Hijr, Bayrūt, 1422AH/2001AD, 24:123